THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.2 2026

اختلاط مرد وزن کا جواز اور اس کی شرعی توجیہ

THE PERMISSIBILITY OF MALE FEMALE INTERACTION AND ITS SHARI'AH JUSTIFICATION

Hussain Hamid Butt
M.Phil Scholar,Institute of Islamic Studies,Punjab University,Lahore ,Pakistan

ABSTRACT

This study explores the concept of gender interaction (Ikhtilat) in Islam, clarifying common misconceptions that Islam entirely prohibits interaction between men and women. Drawing on the Qur'an, Hadith, and the practices of the Prophet Muhammad (PBUH) and his companions, the research highlights a balanced Islamic perspective based on modesty, morality, and necessity. While Islam strictly forbids seclusion (khalwa) between non-mahrams, it allows purposeful, respectful interaction in public or professional settings, such as education, healthcare, and social services. The study presents examples from the Prophet's life where women participated in religious, social, and even military affairs without compromising Islamic values. The findings emphasize that Islam promotes a moderate approach neither complete segregation nor unrestricted mixing but one rooted in dignity, respect, and social responsibility. This thesis encourages a contextual understanding of Islamic guidelines, countering rigid interpretations and supporting ethical gender dynamics in contemporary Muslim societies.

Keywords: Ikhtilat, Islamic Ethics, Gender Interaction, Quran, Sunnah, Social Participation, Prophetic Practice

تمہید:

اسلام ایک ایسا کامل دین ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے جامع ہدایات فراہم کرتا ہے۔ اس نے مرد وزن دونوں کو انسانی معاشرے کے بنیادی ارکان قرار دیا ہے، اور ان کے باہمی تعلقات کے لیے ایسے اصول وضع کیے ہیں جو فطرت، عفت، اور سماجی توازن کو برقرار رکھتے ہیں۔

اختلاطِ مرد وزن یعنی مرد و عورت کا ایک ہی ماحول میں موجود ہونا یا باہمی تعامل رکھنا جدید معاشرتی و تعلیمی نظام کا ایک نمایاں پہلو بن چکا ہے۔ تاہم، اس موضوع پر دینی حلقوں میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ بعض اسے فتنہ و فساد کا باعث سمجھتے ہوئے مکمل طور پر ناجائز قرار دیتے ہیں، جبکہ دیگر علماء مخصوص شرائط و ضوابط کے تحت اسے مباح یا ضرورت کے درجے میں جائز قرار دیتے ہیں۔

اسلامی شریعت کا منہج ہمیشہ "سدّ الذرائع" (فتنہ کے دروازے بند کرنے) اور "تحقیقِ مصلحت" (فائدہ اور ضرورت کے پہلو) کے درمیان توازن پر مبنی رہا ہے۔ چنانچہ، اختلاط کے جواز یا عدم جواز کو سمجھنے کے لیے قرآن و سنت کی نصوص، سیرتِ نبویؐ، ازواجِ مطہراتؓ و صحابیاتؓ کے عملی نمونے، اور فقہاء کے اصولی مباحث کو پیشِ نظر رکھنا ناگزیر ہے۔

یہ تحقیق اسی بنیادی سوال کا جائزہ لے گی کہ: کیا اسلام میں مرد وزن کا اختلاط مطلقاً ممنوع ہے، یا مخصوص حدود، شرائط، اور اخلاقی ضوابط کے ساتھ اس کا جواز موجود ہے؟ اور اگر جواز ہے تو اس کی شرعی توجیہ کیا ہے؟ یہ مطالعہ محض فقہی آراء کا مجموعہ نہیں، بلکہ موجودہ دور کے سماجی و تعلیمی حالات کے تناظر میں ایک معتدل اور اصولی تجزیہ پیش کرنے کی کوشش ہے، تاکہ اسلام کے اعتدال پسند منہج کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے

اسلام میں مرد وزن کے تعلق کا اصولی تصور:

اسلامی نصوص میں کہیں بھی مرد وزن کے اختلاط کی صریح ممانعت وارد نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس متعدد عبادات اور معاشرتی معاملات میں اس کا وجود عہدِ نبوی ﷺ میں پایا جاتا ہے۔ حج و عمرہ کے دوران طواف، سعی اور وقوفِ عرفات میں مرد و عورت ایک ہی مقام پر موجود رہتے تھے۔ اسی طرح نمازِ جماعت میں خواتین مردوں کے پیچھے صفوں میں شریک ہوتی تھیں، بعد کے ادوار میں مساجد میں پردوں اور دیواروں کا رواج اجتہادی آراء اور سماجی تحفظات کے تحت پیدا ہوا، جسے شرعی طور

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.2 2026

پر لازم نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ احادیثِ نبوی ﷺ میں ممانعت اختلاط کی نہیں بلکہ خلوت کی آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ"[1]، یعنی کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ ہو مگر اس کے ساتھ محرم ہو۔ یہ حدیث اس بات پر واضح دلالت کرتی ہے کہ ممانعت اکیلے اور خفیہ میل جول کی ہے، نہ کہ اجتماعی موجودگی کی۔ اگر شریعت کا مقصد محض مرد وزن کے ملنے کو روکنا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے واضح الفاظ میں بیان فرمادیتے، مگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا بلکہ صرف خلوت سے روکا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاط بذاتِ خود ممنوع نہیں بلکہ مباح ہے، بشرطیکہ حدودِ شریعت، عفت اور حیا کی پاسداری قائم رہے۔

قرآن کریم میں اختلاط سے متعلق رہنما اصول:

اسلامی معاشرت میں مرد وزن کے تعلقات کے حوالے سے قرآنِ کریم نے نہ صرف اصولی رہنمائی فراہم کی ہے بلکہ ایسے عملی ضوابط بھی متعین کیے ہیں جو حیا، عفت، عدل اور سماجی تعاون کے درمیان ایک متوازن نظام قائم کرتے ہیں۔ قرآن کا انداز ممانعت کے بجائے تربیت و تہذیب کا ہے، یعنی وہ انسانی فطرت کو نظر انداز کیے بغیر ایک باوقار اور پاکیزہ طرزِ زندگی کی تشکیل کرتا ہے۔ اختلاط کے بارے میں قرآن مجید کا منہج یہ نہیں کہ مرد و عورت کے میل جول کو سراسر حرام قرار دے، بلکہ وہ ان کے باہمی تعامل کے لیے اخلاقی اور معاشرتی آداب واضح کرتا ہے۔ یہی حکمت اسلام کے توازن پر مبنی نظامِ حیات کی اساس ہے۔ قرآن کریم نے ان آیات میں واضح کر دیا کہ مرد وعورت کی موجودگی اور اجتماعی میل جول کو اس طرح منظم کیا جائے کہ نہ فتنہ کا اندیشہ ہو اور نہ سماجی تعلقات میں بے راہ روی پیدا ہو۔

اسی پس منظر میں سورۃ النور کی یہ آیت اس امر کی بہترین مثال ہے کہ شریعت نے اختلاط کے مواقع کو منظم کیا، ممنوع نہیں کیا:

"نہ اندھے پر کوئی حرج ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے اور نہ خود تم پر کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ، یا اپنے باپوں کے گھروں سے، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے، یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے، یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے، یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے، یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے، یا اپنی خالائوں کے گھروں سے، یا (اس گھر سے) جس کی چابیوں کے تم مالک بنے ہو، یا اپنے دوست (کے گھر) سے۔ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اکٹھے (مرد و عورت) کھاؤ یا الگ الگ۔ پھر جب تم کسی طرح کے گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کہو، زندہ سلامت رہنے کی دعا جو اللہ کی طرف سے مقرر کی ہوئی بابرکت، پاکیزہ ہے۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔"

یہ آیت دراصل اسلامی معاشرت کے اُس پہلو کو واضح کرتی ہے جس میں اعضاءِ خاندان اور سماج کے درمیان فطری میل جول کو تسلیم کیا گیا ہے۔ قرآن نے یہاں ان گھروں کی فہرست بیان کی ہے جہاں انسان بلا جھجک داخل ہو سکتا ہے یا کھا پی سکتا ہے جیسے باپ، ماں، بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ وغیرہ کے گھر۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ان رشتہ داروں کے بچے آپس میں غیر محرم ہوتے ہیں، مگر قرآن نے اس کے باوجود ان گھروں میں داخلے اور اکٹھے کھانے کی اجازت دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاط بذاتِ خود ممنوع نہیں بلکہ شریعت نے اس کے لیے اخلاقی آداب اور حیا کے تقاضے متعین کیے ہیں۔ اگر اسلام میں محض مرد وزن کا اکٹھا ہونا مطلقاً ممنوع ہوتا تو قرآن ان گھروں میں جانے کی اجازت نہ دیتا، کیونکہ ان میں نامحرم رشتہ دار بھی موجود ہو سکتے ہیں۔ مگر شریعت نے ممانعت کے بجائے آدابِ تعامل سکھائے جیسے سلام کہنا، اجازت لینا، اور پاکیزہ نیت سے گھروں میں داخل ہونا۔ اسی آیت میں "أَوْ صَدِيقِكُمْ" یعنی "یا اپنے دوستوں کے گھر سے (کھانا)" کا ذکر بھی انتہائی معنی خیز ہے۔ "دوست" محرم رشتہ نہیں ہوتا، لیکن قرآن نے اس کے گھر میں جانے اور کھانے کو جائز قرار دیا، بشرطیکہ تعلق حدودِ شرع کے اندر ہو۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے معاشرتی تعلقات اور انسانی روابط کو وسعت دی ہے، نہ کہ غیر فطری پابندیوں کے ذریعے سماج کو محدود کیا ہے۔

قرآنِ کریم میں مالی معاملات کے باب میں سب سے طویل آیت سورہ البقرہ کی ہے، جس میں قرض کے معاہدے، تحریر، اور گواہی کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب: "لایخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم"، حدیث نمبر: 5233

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.2 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

"اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لیا کرو، پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو تاکہ اگر ایک ان میں سے بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے، اور جب گواہوں کو بلایا جائے تو انکار نہ کریں۔[1]

اس آیت میں عملاً ایک ایسا موقع بیان ہوا ہے جہاں مرد و زن کے اختلاط کی گنجائش بلکہ ضرورت خود قرآن نے بیان کی ہے۔ مالی معاملات میں گواہی دینا ایک اجتماعی اور سماجی عمل ہے جس میں مرد و عورت دونوں شریک ہوتے ہیں۔ قرآن نے عورتوں کو اس اجتماعی ذمہ داری میں شامل کر کے یہ واضح کر دیا کہ شریعت نے عورت کو گھر کی چار دیواری تک محدود نہیں کیا، بلکہ اسے عملی، سماجی اور معاشی سرگرمیوں کا حصہ بنایا ہے۔

یہاں ایک نہایت اہم نکتہ یہ ہے کہ گواہی دینے کے وقت عورتوں اور مردوں کے درمیان بات چیت، لین دین، اور معاہدے کے امور پر باہمی رابطہ لازمی ہے، جو اختلاط کی ایک شرعی صورت ہے۔ اگر اختلاط بذاتِ خود ناجائز ہوتا تو قرآن ان احکامات میں عورتوں کو شریک نہ کرتا، بلکہ محض مردوں کو مخاطب قرار دیتا۔

مزید یہ کہ "اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے" کے ملے میں خواتین کے باہمی تعاون اور گفت وشنید کا ذکر ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی نظام میں عورت کو معاشرتی اعتبار سے فعال کردار دیا گیا ہے

یہ آیت اس بات کی علامت ہے کہ عورت کو مالی لین دین، معاہدات، اور قرض و امانت جیسے معاملات میں شمولیت کی اجازت ہے اور یہ تمام امور باہمی گفت و شنید، تحریر و تقریر، اور غیر محرم مردوں کے ساتھ تعامل کے بغیر ممکن نہیں۔ گویا اسلام نے عورت کو معاشی و سماجی سطح پر متحرک کردار دینے کے ساتھ ساتھ اس کے لیے اخلاقی حدود و ضوابط بھی متعین کر دیے ہیں تاکہ عزت، حیا اور پاکیزگی برقرار رہے۔

اختلاط کی شرعی تعریف میں یہی چیز شامل ہے کہ جب مرد و عورت کسی معاشرتی، تعلیمی، یا معاشی مقصد کے لیے ایک دوسرے سے رابطہ کرتے ہیں تو یہ اختلاط کہلاتا ہے بشرطیکہ اس میں خلوت، بد نظری یا بے حیائی نہ ہو۔ چنانچہ اگر کوئی عورت کاروبار کرتی ہے، تعلیم حاصل کرتی ہے، یا ملازمت کے سلسلے میں مردوں سے بات چیت کرتی ہے تو یہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے جائز اختلاط ہے۔

سنت نبویہ میں اختلاط کی مثالیں:

رسولِ اکرم ﷺ اکثر اوقات انصاری خواتین کے گھروں میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ ازواجِ مطہرات کے علاوہ دیگر خواتینِ انصار سے بھی ملاقات فرماتے، ان سے بات چیت کرتے، ان کی ضیافت قبول کرتے اور ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تھے۔ اگر دوپہر کا وقت ہو جاتا تو وہیں قیلولہ فرما لیتے، اور بعض اوقات رات کا قیام بھی وہیں ہوتا۔ انصاری خواتین آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتیں کبھی آپ کے بالوں میں کنگھی کرتیں، کبھی آپ کے بدنِ مبارک کا خوشبودار پسینہ جمع کرتیں، اور آپ کے موئے مبارک کو نہایت عقیدت سے تبرک سمجھ کر محفوظ کر لیتیں۔

اسماء بنت ابو بکر بیان کرتی ہیں کہ ایک مختصر سے سفر کر دوران میری ملاقات رسول اللہ سے ہوئی:

---

1 القرآن، سورۃ البقرہ، آیت:282

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.2 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

فَلَقِيتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ الْأَنْصَارِ، فَدَعَانِي، ثُمَّ قَالَ: إِخْ إِخْ، لِيَحْمِلَنِي خَلْفَهُ فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسِيرَ مَعَ الرِّجَالِ وَذَكَرْتُ الزُّبَيْرَ وَغَيْرَتَهُ وَكَانَ أَغْيَرَ النَّاسِ، فَعَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي قَدِ اسْتَحْيَيْتُ، فَمَضَى، [1]

راستے میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبیلہ انصار کے کئی آدمی تھے۔ نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا پھر (اپنے اونٹ کو بٹھانے کے لیے) کہااخ اخ۔ نبی کریم ﷺ چاہتے تھے کہ مجھے اپنی سواری پر اپنے پیچھے سوار کرلیں لیکن مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم آئی اور زبیر رضی اللہ عنہ کی غیرت کا بھی خیال آیا۔ زبیر ؓ بڑے ہی باغیرت تھے۔ نبی کریم ﷺ بھی سمجھ گئے کہ میں شرم محسوس کررہی۔

اس واقعہ سے فقہی طور پر یہ نکتہ مستنبط ہوتا ہے کہ اسلام میں مرد و عورت کا میل جول یا اختلاط بذاتِ خود ممنوع نہیں ہے، بلکہ اس کا جواز اس وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک حیا، ادب اور شرعی حدود کی پاسداری موجود ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے راستے میں گفتگو کرنا، مدد کی پیشکش کرنا، اور صحابہ کرام کی موجودگی میں (سواری پر بٹھانے کا کہنا) یہ سب ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر مقصد نیک اور طرز باحیا ہو تو مرد و عورت کے درمیان تعامل جائز ہے۔ اسلام نے اختلاط پر کلی پابندی نہیں لگائی۔ یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، رسول اللہ ﷺ کی سالی تھیں، کیونکہ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی بہن تھیں۔ اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے انہیں پیچھے بیٹھنے کی پیشکش فرمائی، حالانکہ سالی ابدی محرم نہیں ہوتی۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ، وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا، فَأَطْعَمَتْهُ، وَجَعَلَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ[2]

رسول اللہ ﷺ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے، وہ عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ ایک دن آپ ان کے یہاں گئے تو انہوں نے آپ کے سامنے کھانے کی چیز پیش کی اور آپ کا سر جھاڑنے لگیں۔

اسی طرح انس بن مالک بیان کرتے ہیں:

جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ الْأَنْصَارِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَلَا بِهَا، فَقَالَ: وَاللَّهِ إِنَّكُنَّ لَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ[3]

قبیلہ انصار کی ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور نبی کریم ﷺ نے اس سے لوگوں سے ایک طرف ہو کر تنہائی میں گفتگو کی اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ (یعنی انصار) مجھے سب لوگوں سے زیادہ عزیز ہو۔

یہ واقعہ کہ قبیلہ انصار کی ایک خاتون آپ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ ﷺ نے ان سے ایک طرف ہو کر گفتگو فرمائی، اس بات کی روشن دلیل ہے کہ عورت سے تنہائی میں کلام اگر تعلیم، اصلاح یا رہنمائی کے مقصد سے ہو اور اس میں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، تو یہ اختلاطِ ممنوعہ میں شمار نہیں ہوتا۔

امام بخاریؒ کا یہ باب "بَابُ مَا يَجُوزُ أَنْ يَخْلُوَ الرَّجُلُ بِالْمَرْأَةِ عِنْدَ النَّاسِ" ان کے گہرے فقہی فہم اور دقیق استنباط کی بہترین مثال ہے۔ اس عنوان کے ذریعے امام بخاریؒ نے یہ اصول واضح کیا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت سے ایسی جگہ بات کرے جہاں لوگ موجود ہوں، یا مجلس عام ہو اور ان کی گفتگو دوسروں کے علم میں ہو، تو یہ شرعی طور پر ممنوع خلوت میں شامل نہیں۔ یعنی وہ خلوت جس کی ممانعت حدیث میں آئی ہے کہ جب مرد اور عورت اکیلے ہوں تو تیسرا شیطان ہوتا ہے وہ اس صورت پر منطبق نہیں ہوتی جہاں لوگوں کی موجودگی فتنہ کے امکانات کو ختم کر دے۔ امام بخاریؒ نے اس بات کو نبی کریم ﷺ کے اس عمل سے مستنبط کیا کہ ایک انصاری خاتون آپ ﷺ کے پاس آئیں، اور آپ ﷺ نے ان سے ایک طرف ہو کر گفتگو فرمائی جبکہ لوگ موجود تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کا یہ عمل شرعی خلوت نہیں

---

1 . بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ، حدیث نمبر 5224

2 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب الرؤیا بالنہار، حدیث نمبر 7001

3 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب مایجوز أن یخلوا الرجل بالمرأۃ عند الناس، حدیث نمبر 5234

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.2 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

بلکہ ایک مہذب اور مقصدی گفتگو تھی جس میں نہ فتنہ کا اندیشہ تھا اور نہ کسی ناجائز میل جول کا پہلو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں مرد و عورت کے تعلقات میں کلی ممانعت نہیں بلکہ نیت، ماحول اور حدود کے مطابق اجازت ہے۔

اسی طرح جناب جابر رسول اللہ ﷺ کے خواتین کو دئے گئے خطبہ کے بعد کا احوال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں

فَأَمَرَهُنَّ بِتَقْوَى اللَّهِ وَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ حَثَّهُنَّ عَلَى طَاعَتِهِ، ثُمَّ قَالَ:" تَصَدَّقْنَ , فَإِنَّ أَكْثَرَكُنَّ حَطَبُ جَهَنَّمَ" فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْ سَفِلَةِ النِّسَاءِ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ:بِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ:" تُكْثِرْنَ الشَّكَاةَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ" فَجَعَلْنَ يَنْزِعْنَ قَلَائِدَهُنَّ وَأَقْرُطَهُنَّ وَخَوَاتِيمَهُنَّ يَقْذِفْنَهُ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ يَتَصَدَّقْنَ بِهِ.[1]

آپ نے انہیں (بھی) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا، اور انہیں نصیحت کی اور (آخرت کی) یاد دلائی، اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، پھر انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ابھارا، پھر فرمایا: ”تم صدقہ کیا کرو کیونکہ عورتیں ہی زیادہ تر جہنم کا ایندھن ہوں گی، تو ایک عام درجہ کی ہلکے کالے رنگ کے گالوں والی عورت نے پوچھا: کس سبب سے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا: ”(کیونکہ) وہ شکوے اور گلے بہت کرتی ہیں، اور شوہر کی ناشکری کرتی ہیں“، عورتوں نے یہ سنا تو وہ اپنے ہار، بالیاں اور انگوٹھیاں اتار اتار کر بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں، وہ انہیں صدقہ میں دے رہی تھیں۔

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ دینی وسماجی مقاصد کے لیے مرد و عورت کا باوقار اور شرعی حدود میں رہ کر تعامل جائز ہے۔

صحابہ وصحابیات کا سماجی تعامل:

ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی صاحب صحابہ وصحابیات کے سماجی تعامل کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"شادی بیاہ اور ولیمہ کے مواقع پر دعوتوں کا ایک اسلامی طریقہ تھا اور اسی طرح عقیقہ وغیرہ کی معاشرتی دعوتیں تھیں، جن میں صحابیات اور صحابہ کا اختلاط ہوتا تھا۔ بنفس نفیس رسول اکرم نے اپنے بعض ولیموں پر اپنے گھروں یا خیموں میں دونوں کو جمع کیا تھا اور حضرت زینب بنت جحر سے شادی کے موقع پر ایسی مبارک دعوت کی تھی جس کا ذکر آیات الہی میں آیا ہے"[2]

اس موقف کو ثابت کرنے کے لیئے درج ذیل روایات پیش کی جائے گیں، جس میں یہ ثابت ہو سکے گی کہ اختلاط کا جو مفہوم آج ہم سمجھ رہے ہیں قرون اولی میں ایسا نا تھا۔

عَنْ سَهْلٍ، قَالَ:"لَمَّا عَرَّسَ أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ دَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ، فَمَا صَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا وَلَا قَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ إِلَّا امْرَأَتُهُ أُمُّ أُسَيْدٍ بَلَّتْ تَمَرَاتٍ فِي تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الطَّعَامِ أَمَاثَتْهُ لَهُ، فَسَقَتْهُ تُتْحِفُهُ بِذَلِكَ۔[3]

سہل بن سعد ساعدی ؓ نے بیان کیا کہ جب ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے شادی کی تو انہوں نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو دعوت دی، اس موقعہ پر کھانا ان کی دلہن ام اسید ہی نے تیار کیا تھا اور انہوں نے ہی مردوں کے سامنے کھانا رکھا۔ انہوں نے پتھر کے ایک بڑے پیالے میں رات کے وقت کھجوریں بھگو دی تھی اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے ہی اس کا شربت بنایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (تحفہ کے طور پر) پینے کے لیے پیش کیا۔

---

1 نسائی، عبدالرحمن بن شعیب، سنن النسائي، كتاب صلاة العيدين، باب قيام الإمام في الخطبة متوكئًا على إنسان، 1576

2 صدیقی، یسین مظہر، رسولِ اکرم اور خواتین: ایک سماجی مطالعہ، ص169

3 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب "قیام المرأۃ علی الرجال فی العرس وخدمتھم بالنفس، 5182

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.2 2026

اس واقعے سے اختلاط کے محدود اور شرعی جواز کا ثبوت واضح طور پر ملتا ہے۔ ام اسیدؓ نے شادی کے موقع پر مردوں کے سامنے کھانا پیش کیا، جن میں خود نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہ موجود تھے۔ اگر عورت کا مردوں کے سامنے آنا، حتیٰ کہ خدمت یا مہمان نوازی کے دائرے میں بھی، مطلقاً ناجائز یا حرام ہوتا تو نبی ﷺ ہرگز اس عمل کو برقرار نہ رہنے دیتے، بلکہ فوراً روک دیتے۔ لیکن اس کے برعکس، نبی ﷺ نے نہ صرف اس عمل کو قبول فرمایا بلکہ ام اسیدؓ کے تیار کردہ شربت کو نوش فرمایا، لہٰذا، ابو اسیدؓ کی ولیمہ کی روایت سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اختلاط اگر حدودِ شریعت، حجاب اور باہمی احترام کے ساتھ ہو، اور مقصد خالص دینی یا معاشرتی خدمت ہو، تو وہ جائز اور مشروع ہے۔ اسلام نے عورت کی شرکت کو منع نہیں کیا بلکہ اسے حیا کے دائرے میں رہ کر فعال کردار ادا کرنے کی اجازت دی ہے۔

اسی طرح ام شریک کا ذکر آتا ہے کہ وہ ایک فیاض خاتون تھیں، جو اکثر کھانے کی دعوت دیتیں اور ان کے ہاں صحابہ کا کثرت سے آنا جانا ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے فاطمہ بنت قیس کو ان کی طلاق کے بعد عدت کا وقت گزارنے کے لیئے ام شریک کا گھر تجویز نہیں کیا کہ انہیں وہاں مشکل پیش آئے گی۔ چنانچہ انھیں ایک نابینا صحابی، عبد اللہ بن ام مکتوم کے ہاں ٹھہرنے کا مشورہ دیا۔

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكِيلُهُ بِشَعِيرٍ فَسَخِطَتْهُ فَقَالَ وَاللَّهِ مَا لَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَىْءٍ. فَجَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ «لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ . فَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ فِى بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ ثُمَّ قَالَ «تِلْكَ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا أَصْحَابِى اعْتَدِّى عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ فَإِذَا حَلَلْتِ فَآذِنِينِى-[1]

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ابو عمرو بن حفص τ نے انہیں طلاق بتہ (حتمی، تیسری طلاق) دے دی، اور وہ خود غیر حاضر تھے، ان کے وکیل نے ان کی طرف سے کچھ جَو (وغیرہ) بھیجے، تو وہ اس پر ناراض ہوئیں، اس (وکیل) نے کہا: اللہ کی قسم! تمہارا ہم پر کوئی حق نہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں، اور یہ بات آپ کو بتائی۔ آپ نے فرمایا: "اب تمہارا خرچ اس کے ذمے نہیں۔" اور آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ام شریک رضی اللہ عنہا کے گھر میں عدت گزاریں، پھر فرمایا: "اس عورت کے پاس میرے صحابہ آتے جاتے ہیں، تم ابن ام مکتوم τ کے ہاں عدت گزار لو، وہ نابینا آدمی ہیں، تم اپنے (اوڑھنے کے) کپڑے بھی اتار سکتی ہو۔ تم جب (عدت کی بندش سے) آزاد ہو جاؤ تو مجھے بتانا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مرد و عورت کے درمیان ایسا میل جول موجود تھا جو شرعی آداب کے ساتھ اور حیا کے دائرے میں رہ کر انجام پاتا تھا۔ فاطمہ بنت قیسؓ کو جب ان کے شوہر نے طلاقِ بتّہ دی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں ابتدا میں ام شریکؓ کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا، لیکن بعد میں فرمایا کہ "ام شریکؓ کے پاس میرے صحابہ آتے جاتے ہیں"، اس لیے بہتر ہے کہ وہ نابینا صحابی عبد اللہ بن اُم مکتومؓ کے گھر عدت گزاریں۔ اس جملے سے واضح ہوتا ہے کہ ام شریکؓ کے گھر میں صحابہ کا آنا جانا ایک معمول کا، معروف اور جائز عمل تھا، اور نبی ﷺ نے اس میل جول کو "اختلاطِ ناجائز" نہیں فرمایا، بلکہ صرف عدت کے مخصوص تقاضوں کی وجہ سے دوسری جگہ رہنے کی ہدایت دی۔

امام بخاری نے "کتاب المرضی" میں ایک باب 'باب عیادۃ النساء الرجال' (عورتوں کا مردوں کی عیادت کرنا) باندھا ہے، جس میں ذکر کیا ہے:

وَعَادَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الْمَسْجِدِ مِنَ الأَنْصَارِ[2]

ام الدرداء رضی اللہ عنہا مسجد والوں میں سے ایک انصاری کی عیادت کو آئی تھیں۔

---

1 مسلم بن حجاج ، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد في التخلف عنها، 1480

2 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب المرضی باب عیادۃ النساء الرجال، 5654

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.2 2026

ام الدرداءؓ صحابیہ تھیں، علم و تقویٰ میں معروف، اور ان کا مسجد میں ایک غیر محرم انصاری مرد کی تیمارداری کے لیے جانا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ نبی ﷺ کے تربیت یافتہ معاشرے میں عورتیں معاشرتی و دینی ذمہ داریوں میں سرگرم حصہ لیتی تھیں۔ اگر غیر محرم مرد سے کسی بھی نوعیت کا میل جول کلی طور پر حرام ہوتا، تو ایسی عیادت کبھی عمل میں نہ آتی۔ لیکن چونکہ مقصد خالصتاً عیادت، خیر خواہی اور اسلامی بھائی چارے پر مبنی تھا، اس لیے اس تعامل کو شرعاً جائز سمجھا گیا۔

جنگوں کے دوران میں خواتین زخمی ہونے والے مردوں کی دیکھ بھال کرتیں اور انہیں ایک جگے سے دوسری جگہ منتقل کرتی تھیں۔

عَنْ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ، قَالَتْ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نَسْقِي وَنُدَاوِي الْجَرْحَى، وَنَرُدُّ الْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ۔[1]

"ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (غزوہ میں) شریک ہوتے تھے، مسلمان فوجیوں کو پانی پلاتیں تھیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور جو لوگ شہید ہو جاتے انہیں مدینہ اٹھا کر لاتیں تھیں۔"

اختلاطِ مرد و زن کے جواز اور خلوت کی حرمت پر گفتگو سے قبل یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس موضوع کی آخری اور جامع روایت جسے ہم بطورِ حوالہ پیش کریں گے، وہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے متعلق ہے۔ یوں یہ حقیقت بالکل روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے دورِ مبارک میں خواتین محض گھروں تک محدود نہیں تھیں، بلکہ ضرورت اور مصلحت کے مواقع پر وہ معاشرتی و دینی معاملات میں حصہ لیتی تھیں، اور غیر محرم مردوں سے حیاو وقار کے دائرے میں رہتے ہوئے ضرورت پر مبنی گفتگو بھی کرتی تھیں۔ یہ طرزِ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام نے عورت کو معاشرتی زندگی سے الگ نہیں کیا، بلکہ اس کے لیے عزت، حدود اور ذمہ داری کے ساتھ فعال کردار کی راہ ہموار کی۔

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ حَدَّثَهُ، أَنَّ نَفَرًا مِنْ بَنِي هَاشِمٍ دَخَلُوا عَلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ، فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَهِيَ تَحْتَهُ يَوْمَئِذٍ، فَرَآهُمْ فَكَرِهَ ذَلِكَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: لَمْ أَرَ إِلَّا خَيْرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَرَّأَهَا مِنْ ذَلِكَ "، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: " لَا يَدْخُلَنَّ رَجُلٌ بَعْدَ يَوْمِي هَذَا عَلَى مُغِيبَةٍ إِلَّا وَمَعَهُ رَجُلٌ أَوِ اثْنَانِ

بنو ہاشم کے کچھ لوگ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے گھر گئے، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اس وقت ان کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے ان لوگوں کو دیکھا تو انہیں ناگوار گزرا۔ انہوں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی، ساتھ ہی کہا: میں نے خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے (بھی) انہیں (حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو) اس سے بری قرار دیا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: "آج کے بعد کوئی شخص کسی ایسی عورت کے پاس نہ جائے جس کا خاوند گھر پر نہ ہو، الا یہ کہ اس کے ساتھ ایک یا دو لوگ ہوں۔

اس روایت سے واضح فقہی رہنمائی ملتی ہے کہ اسلام نے اختلاط (مرد و عورت کے میل جول) کو مطلقاً ممنوع نہیں قرار دیا، رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ "آج کے بعد کوئی شخص کسی ایسی عورت کے پاس نہ جائے جس کا شوہر گھر پر نہ ہو، مگر یہ کہ اس کے ساتھ ایک یا دو افراد ہوں" اس بات کا صریح اعلان ہے کہ خلوت (غیر محرم مرد و عورت کی تنہائی) حرام ہے۔ اس میں نہ صرف اخلاقی فساد کا اندیشہ ہوتا ہے بلکہ شیطان کے وسوسوں کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں۔ اس واقعے میں قابلِ غور پہلو یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے گھر بنو ہاشم کے کچھ مردوں کو دیکھا تو انہیں یہ منظر ناگوار گزرا، مگر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کی ناراضی پر ناراضی کا اظہار نہیں کیا، نہ ہی حضرت اسماءؓ پر کوئی الزام عائد کیا، بلکہ معاملے کی اصلاحی اور اصولی جہت کو واضح کرتے ہوئے خلوت کی حرمت کو بیان فرمایا۔ اس طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام عورت اور مرد کے جائز و باعزت میل جول کو تسلیم کرتا ہے، مگر فتنے اور تنہائی سے بچنے کی سخت تاکید کرتا ہے۔

فقہاء کا موقف اختلاطِ مرد و زن کے بارے میں:

---

1 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیَر، باب مداواة النساء الجرحى في الغزو، حديث نمبر 2882

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

ذیل میں بعض فقہاء کی عبارات سے یہ واضح کیا جائے گا کہ وہ عورت کے معاشرتی کردار، ذمہ داری اور حدودِ اختلاط کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں، اور ان کے نزدیک رشد، عفت، اور سماجی شرکت کے درمیان کس طرح توازن قائم کیا گیا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

> وإذا اختبر النساء أهلُ العدل من أهلها، ومن يعرف حالها بالصلاح في دينها، وحُسن النظر لنفسها في الأخذ والإعطاء، صارت في حال الرجلين، وإن كان ذلك منها أبطأ منه من الرجلين لقلة خلطتها بالعامة، وهو من المخالطة من النساء الخارجة إلى الأسواق، المشتَهية لنفسها، أعجل منه من الصائنة لنفسها، كما يكون من أحد الرجلين أبعد. فإذا بلغت المرأة الرشد والرشد كما وصفت في الرجل أُمر وليها بدفع مالها إليها.[1]

جب عورتوں کو ان کے گھرانے کے نیک اور عاقل لوگ پرکھتے ہیں، اور دیکھتے ہیں کہ وہ دین میں صالح ہیں، اور لین دین میں سمجھ داری سے کام لیتی ہیں، تو وہ عقل و فہم کے اعتبار سے مردوں کے برابر ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ عورتوں میں یہ پختگی عموماً کچھ دیر سے ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ ان کا عام لوگوں سے میل جول کم ہوتا ہے۔ البتہ جو عورتیں لوگوں سے زیادہ میل جول رکھتی ہیں جیسے بازار آنے جانے والی یا سماجی طور پر سرگرم خواتین ان میں یہ سمجھ جلد پیدا ہو جاتی ہے، جبکہ جو عورتیں زیادہ گوشہ نشین اور پردہ دار ہیں، ان میں یہ عمل کچھ سست ہوتا ہے، جیسے بعض مرد بھی ایک دوسرے سے فہم و تجربے میں مختلف ہوتے ہیں۔ پس جب عورت رشد (سمجھ بوجھ اور سماجی ومالی ذمہ داری) کو پہنچ جائے جیسا کہ میں نے مرد کے بارے میں بیان کیا تو اس کے ولی کو چاہیے کہ اس کا مال اس کے حوالے کر دے۔

امام شافعیؒ کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ جو عورتیں معاشرتی طور پر متحرک ہوتی ہیں، جیسے بازاروں میں لین دین یا لوگوں سے معاملہ کرنے والی خواتین، ان میں فہم و رشد زیادہ جلد پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس، جو عورتیں گھروں تک محدود رہتی ہیں ان کی معاملہ فہمی نسبتاً سست ہوتی ہے۔ یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ اسلام نے عورت کے لیے سماجی میل جول اور عملی شرکت (اختلاط بمعنی تعامل) کو منع نہیں کیا، بلکہ اگر وہ حدودِ شرع کے اندر ہو تو یہ اس کی عقل، بصیرت اور رشد کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے۔

امام مالک سے سوال ہوا:

> هَلْ تَأْكُلُ الْمَرْأَةُ مَعَ غَيْرِ ذِي مَحْرَمٍ مِنْهَا أَوْ مَعَ غُلَامِهَا ؟ فَقَالَ مَالِكٌ : لَيْسَ بِذَلِكَ بَأْسٌ ، إِذَا كَانَ ذَلِكَ عَلَى وَجْهِ مَا يُعْرَفُ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَأْكُلَ مَعَهُ مِنَ الرِّجَالِ .قَالَ : وَقَدْ تَأْكُلُ الْمَرْأَةُ مَعَ زَوْجِهَا ، وَمَعَ غَيْرِهِ مِمَّنْ يُؤَاكِلُهُ ، أَوْ مَعَ أَخِيهَا عَلَى مِثْلِ ذَلِكَ ، وَيُكْرَهُ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَخْلُوَ مَعَ الرَّجُلِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا حُرْمَةٌ .[2]

امام مالکؒ سے پوچھا گیا: کیا عورت اپنے غیر محرم مرد یا اپنے غلام کے ساتھ کھانا کھا سکتی ہے؟ امام مالکؒ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ وہ ایسا طریقہ ہو جو عورت کے لیے معروف اور شائستہ سمجھا جاتا ہے، یعنی ایسی مجلس میں جس میں آداب اور پردگی کا لحاظ ہو۔ "پھر فرمایا: "عورت اپنے شوہر کے ساتھ بھی کھاتی ہے، اور بعض اوقات ایسے مردوں کے ساتھ بھی کھاتی ہے جو اس کے شوہر کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں، یا اپنے بھائی کے ساتھ —جب تک یہ سب معمول اور معروف انداز میں ہو۔ "اور فرمایا: "البتہ عورت کا کسی غیر محرم مرد کے ساتھ تنہائی میں ہونا مکروہ (ناپسندیدہ) ہے، اگر ان کے درمیان محرمیت کا کوئی رشتہ موجود نہ ہو۔"

امام مالک بتا رہے ہیں کہ خاتون کے لیے ایک دستر خوان پر بیٹھ کر جہاں غیر محرم بھی موجود ہوں، کھانا کھانا بالکل درست ہے جبکہ یہ چیز وہاں کے عام دستور اور رواج کے مطابق ہو۔ جو بات ممنوع ہے، وہ دراصل غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں اکٹھا ہونا ہے۔

امام ابن تیمیہ سے سوال ہوا:

---

1 شافعي، محمد بن إدريس،الأم، ج، 3،ص. 224 بيروت: دار المعرفة.

2 ابن عبد البر، يوسف بن عبد الله، الاستذكار، كتاب صفة النبي ﷺ، باب جامع ما جاء في الطعام والشراب، حديث 1743

وسئل رحمه الله عن رجل يدخل على امرأة أخيه ; وبنات عمه ; وبنات خاله : هل يحل له ذلك ؟ أم لا ؟ لا يجوز له أن يخلو بإحداهن ; ولكن إذا دخل مع غيره من غير خلوة ولا ريبة جاز له ذلك . والله أعلم .[1]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا اس شخص کے بارے میں جو اپنے بھائی کی بیوی کے پاس داخل ہوتا ہے، یا چاچا کی بیٹیوں کے پاس یا ماموں کی بیٹیوں کے پاس؟ کیا اس کے لیے ایسا کرنا حلال ہے یا نہیں؟ ابن تیمیہ نے کہا: اس کے لیے کسی کے ساتھ خلوت اختیار کرنا جائز نہیں لیکن وہ کسی اور کے ساتھ داخل ہوتا ہے بغیر خلوت اور شبہ کے تو اس کے لیے ایسا جائز ہے۔

امام ابن تیمیہؒ کے اس فتویٰ سے یہ نکتہ واضح ہوتا ہے کہ شرع میں ممنوع چیز "خلوت" ہے، نہ کہ عام میل جول (جلوت)۔ یعنی اگر کوئی مرد کسی غیر محرم عورت کے پاس تنہائی میں داخل ہو جہاں کسی تیسرے شخص کی موجودگی نہ ہو، تو یہ ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ ایسی صورت میں فتنے اور بدگمانی کا امکان پیدا ہوتا ہے۔ البتہ اگر وہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ ہو، اور وہاں خلوت یا ریبہ (شبہ) کی کوئی صورت نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یوں ابن تیمیہؒ کے اس قول سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ اسلام نے معاشرتی تعامل یا اختلاط کو مطلقاً ممنوع نہیں قرار دیا، بلکہ اخلاقی حدود اور امنِ فتنے کے دائرے میں اسے جائز تسلیم کیا ہے۔

حاصل بحث:

1. مرد اور عورت خلوت میں تنہا جمع ہونے سے حتی الامکان اجتناب کریں اور اس معاملے میں گھر کے قریبی، لیکن غیر محرم رشتہ داروں، مثلاً دیور وغیرہ کے معاملے میں بھی بے احتیاطی سے کام نہ لیں۔

2. خواتین، غیر محرم مردوں کے سامنے حتی الامکان اپنی زیب وزینت کی نمائش نہ کریں اور نہ کسی بھی انداز سے مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کریں۔ بالخصوص گھر سے باہر نکلتے ہوئے انھیں تیز خوشبو کے استعمال یا دیدہ زیب، شوخ رنگ اور بھڑکیلے لباس پہننے سے گریز کرنا چاہیے تاکہ لوگ خواہ مخواہ ان کی طرف متوجہ نہ ہوں۔

3. اگر مرد اور عورتیں کسی مجلس میں اکٹھے ہوں تو فریقین اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، کیونکہ غلط نگاہ، زنا کی طرف پہلا قدم ہے۔ غلط نگاہ بے اختیار اور بلا ارادہ پڑ جائے تو فوراً متنبہ ہو کر نظر پھیر لینی چاہیے اور قصداً و ارادتاً نظر لوٹانے سے خود کو روک لینا چاہیے۔

4. لباس ایسا ہونا چاہیے جو جسم کے مستور اعضا کو اچھی طرح چھپالے۔ ایسا باریک یا چست لباس جو جسم کو چھپانے کے بجائے اعضا کو نمایاں کرنے کا ذریعہ ہو، گویا برہنہ پھرنے کے مترادف ہے۔ اس سے بطور خاص اجتناب کرنا چاہیے۔

5. بلوغت کی عمر میں ہاتھ پاؤں اور چہرے کے علاوہ، عورت کے جسم کا کوئی حصہ اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔ خواتین بالخصوص اپنے سر کی اوڑھنی سے اپنے سینے کو ڈھانپے رکھنے کا اہتمام کریں۔

اسی طرح سر کے بالوں کو کھلا رکھنا، خاص طور پر جب کہ ان کی زیب وزینت کا اہتمام کیا گیا ہو، خواتین کے لیے مناسب نہیں۔

6. ایک ہی ماحول میں کام کرتے ہوئے غیر محرم مردوں اور خواتین کے میل جول اور باہمی گفتگو کو حیا اور وقار کا مظہر ہونا چاہیے۔ اس میں بے تکلفی، لگاوٹ اور دوستانے کا انداز، دلوں میں غلط خیالات پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے، اس لیے درمیان میں مناسب فاصلہ برقرار رکھنا چاہیے۔ اسی طرح حتی الامکان اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ مشترک مجالس میں مردوں اور عورتوں کی نشستیں الگ الگ ہوں اور صنفین کے جسمانی قرب کا موقع کم سے کم پیدا ہو۔

7. قرآن مجید نے سورۂ احزاب کی آیت ۵۹ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ، آپ کی بیٹیوں اور عام مسلمان خواتین کو منافقین کی فتنہ انگیزیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ تدبیر بیان فرمائی ہے کہ وہ گھر سے باہر نکلتے ہوئے ایک بڑی چادر لے کر اپنے جسم پر ڈال لیا کریں تاکہ ان کے لباس کی یہ خاص وضع انھیں دوسری

---

1 ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم. مجموع الفتاوى. ج. 32، ص، 9، المدينة المنورة: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، 1425هـ / 2004م.

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.2 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

خواتین سے ممتاز کر دے اور منافقین مختلف بہانوں سے ان کے قریب جانے اور گفتگو کے مواقع پیدا کرنے کی کوشش نہ کر سکیں۔ قرآن کی اس ہدایت سے یہ راہ نمائی ملتی ہے کہ خواتین کو اپنی حفاظت اور عرفی تشخص و امتیاز کے پہلو سے ماحول کے اتار چڑھاؤ سے بھی چوکنا اور خبر دار رہنا چاہیے۔

8. اگر ماحول میں فتنہ انگیز عناصر موجود ہوں اور ماحول کا عمومی بگاڑ خواتین کو ایذا پہنچانے اور ان کی عزت و آبرو پر حملہ کرنے میں ان کا مدد گار بن رہا ہو تو ایسے حالات میں مسلمان خواتین کو اپنے لباس اور ظاہری وضع قطع میں امتیاز پیدا کرنے اور عام معمول سے بڑھ کر اپنے جسم کو ڈھانپنے کا اہتمام کرنا چاہیے تا کہ فتنہ انگیز عناصر کی حوصلہ شکنی ہو اور وہ اپنی مجرمانہ سرگرمیوں کے لیے کوئی عذر یا جواز نہ پیش کر سکیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆